قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

بلغوا عنی ولو آیۃ (رواہ البخاری)

بار اوّل ۳۳۰۰

سلسلہ نمبر 57

ماخوذ

مواعظ حکیم الامت (محشی)

جلد ۳

وعظ

آداب المساجد

از افادات

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ

حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور نمبر ۱۸

فون پرانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۴۴۸۰۶۰ ۵۴۲۲۲۱۳

جنوری ۱۹۹۹ء

رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

مواعظ حکیم الامت (محشّی)

جلد سوم

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

مواعظ حکیم الاُمّت (محشّیٰ)

جلد سوم

حکیم الاُمّۃ مُجدّد المِلّۃ حضرت مولانا محمّد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات وحواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور

فون : ۶۴۴۸۰۶۰ - ۵۲۲۲۲۱۳

آداب المساجد

۱-	خطبہ	۲
۲-	عمومِ آیت	۳
۳-	شبہ اور اس کا جواب	۴
۴-	تخریب مسجد کا معنیٰ	۶
۵-	ذکر و تلاوت پر کچھ لینا جائز نہیں	۶
۶-	اولیاء کے بازاروں میں نہ جانے کی وجوہ	۷
۷-	تعمیر مساجد کی حقیقت	۸
۸-	دوسری دلیل	۱۱
۹-	تیسری دلیل	۱۱

urduvilla.blogspot.com

نمبر شمار	عنوانات	صفحات
۱۰-	چوتھی دلیل	۱۲
۱۱-	پانچویں دلیل	۱۲
۱۲-	آداب تعلیم و تعلم	۱۳
۱۳-	شعر کی تشریح	۱۴
۱۴-	مسجد میں کن باتوں کی اجازت ہے	۱۵
۱۵-	محبوبین کی مختلف شکلیں	۱۶
۱۶-	صحابہ کا ادبِ مسجد	۱۹
۱۷-	اہل مسجد کا ادب	۱۹
۱۸-	معروضہ	۲۰

بار اول ۳۳۰۰

سلسلہ نمبر ۵۷

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ اٰیَۃً (رواہ البخاری)

وعظ

آدابُ المساجد

از افادات

حکیم الامّت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

عنوانات و حواشی

مولانا خلیل احمد تھانوی

شعبہ نشر و اشاعت جامعہ دار العلوم الاسلامیہ

کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۸

فون پرانی انارکلی: ۷۳۵۳۷۲۸ کامران بلاک: ۰۰۶۰۸۰۶۰۴۴ — ۵۴۲۲۲۱۳

جنوری ۱۹۹۹ء

رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ و نستغفرہ ونؤمن بہ و نتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الااللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم.

امابعد: فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم. بسم اللہ الرحمن الرحیم. قال اللہ تعالیٰ (آیت) و من اظلم ممّن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ و سعیٰ فی خرابھا. اولئک ماکان لھم ان یدخلوھا الا خائفین. لھم فی الدنیا خزی ولھم فی الاخرۃ عذاب عظیم.

(اور اس شخص سے زیادہ اور ظالم کون ہوگا جو خدا تعالیٰ کی مسجدوں میں ان کا ذکر اور عبادت کیے جانے سے بندش کرے اور ان کے ویران اور معطل ہونے میں کوشش کرے ان لوگوں کو تو کبھی بے ہیبت ہو کر ان میں قدم بھی نہ رکھنا چاہیئے تھا بلکہ جب جاتے ہیبت اور آداب سے جاتے) ان لوگوں کو دنیا میں بھی رسوائی نصیب ہوگی اور ان کو آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی)

عموم آیت

شان نزول میں گو اختلاف ہو مگر قدر مشترک[۲] اتنا ضرور ہے کہ آیت عام

(۱) اس آیت کے شان نزول میں اگرچہ اختلاف ہے مگر اتنی بات ضرور ہے کہ اس میں ایک عام حکم بیان کیا جارہا ہے جو کافر اور مسلمان دونوں کو شامل ہے کہ مساجد میں ذکراللہ سے روکنے کا سبب چاہے کافر بنے یا مسلمان وہ بڑا ظالم ہے

اور شامل ہے تعطل مساجد کے بارے میں مسلم اور غیر مسلم کو جیسا آگے آتا ہے اور جملہ مابعد اولئک ماکان لهم ان یدخلوها الخ (ان لوگوں کو (بے ہیبت ہوکر) ان میں قدم رکھنا نہ چاہیے تھا) گویا بطور دلیل کے ہے ماقبل کے لیے[۱]۔ گویا یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کو تو چاہیے تھا کہ خود بھی جب مساجد میں داخل ہوتے تو خاشع و خاضع ہوکر داخل ہوتے نہ یہ کہ اور دوسرے آنے والوں کو جو ذاکرین مخلصین[۲] ہیں ان کو بھی روکتے ہیں کیونکہ یہ فعل تو بے خوف ہونے کی اور بھی زیادہ علامت ہے اس لیے ایسا شخص بہت زیادہ ظالم ہوگا۔

شبہ اور اس کا جواب

یہاں پر ایک طالب علمانہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ آیت تو کفار کے حق میں ہے اس کا مصداق و مخاطب مسلمانوں کو کیوں بنایا جاتا ہے تو اس کا جواب بطور اصولیین کے یہ دیا جاسکتا ہے کہ العبرة لعموم اللفظ لا لخصوص المورد (اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص مورد کا) اور اس کی نظیر[۳] شرعی لعان وحد زنا ہے اور تمثیل عقلی یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی نوکر کو کسی بات پر سزا دے اور کہے کہ جو ایسی حرکت کرے گا اس کو ایسی سزا ہوگی تو اس کہنے کا سبب اس وقت یہ خاص نوکر ہے۔ مگر چونکہ الفاظ عام ہیں اس لیے دوسرے نوکر بھی اپنے لیے اس کو عبرت سمجھتے ہیں اور وہ کام نہیں کرتے مگر میرے نزدیک یہ قاعدہ اصولیہ کہ العبرة لعموم اللفظ الخ (اعتبار عموم لفظ کا ہے) اسی

---

(۱) ومن اظلم کے لیے بطور دلیل (۲) اخلاص سے ذکر کرنے والے (۳) اس کی مثال شرعی لعان (یعنی بیوی پر تہمت زنا لگانا) اور اس میں قسما قسمی ہونا اور واقعہ زنا میں حد لگنا بھی یہ بھی حکم خاص واقعات میں دیا گیا تھا لیکن حکم عام ہے کہ جو بھی اس فعل کا مرتکب ہو یہی سزا ہے

عموم کے ساتھ مقید[۱] ہے جہاں تک مراد متکلم کی ہو اس کے آگے تجاوز کر کے زائد عموم کو شامل نہیں ہوسکتا اس کی نظیر حدیث **لیس من البرّ الصیام فی السفر** (سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے) کے باوجود لفظ کے عموم کے چونکہ مطلق کو عام ہونا[۲] مراد متکلم کی نہیں ہے ہر مسافر کو شامل نہیں بلکہ صرف اسی کو جس کو خوف ہلاک وازدیاد[۳] مرض ہو۔ دوسری نظیر یہ کہ اگر جنگل کوئی شخص کسی عالم سے رہن کا مسئلہ پوچھے تو وہ عالم بوجہ اطلاع عرف متعارف کے حکم منع ہی کا دے گا کیونکہ عرف رہن مع الانتفاع[۴] ہی کا ہے اس لیے مراد یہی رہن خاص ہوگا گو فتوے کا لفظ ہوگا کہ رہن جائز نہیں۔ پس محض کسی لفظ کا عام ہونا دلیل ہر عموم کی نہیں ہے تاوقتیکہ قرائن مستقلہ[۵] سے اس عموم کا مراد متکلم ہونا ثابت نہ ہوجائے۔

حاصل یہ کہ آیت میں لفظاً تعمیم نہیں مسلم[۶] وغیر مسلم کی بلکہ آیت تو کفار ہی کے حق میں ہے کیونکہ جو منع خاص یہاں مراد ہے ایسا منع مخصوص ہے کفار سے مگر مسلمان کو یہ ذم[۷] دوسری طرح سے شامل ہے۔

تخریب مسجد کے معنی

وہ یہ کہ منع کے بعد سعیٰ فی خرابھا (ان کی ویرانی میں کوشش کریں) فرمانا بطور تعلیل[۸] کے ہے اور خراب مقابل عمارت[۹] کا ہے اور عمارت مسجد کی ذکر و صلوٰۃ سے ہے۔ پس خراب یعنی ویرانی ایسے امر سے ہوگی جو منافی ہو ذکر و صلوٰۃ کے

---

(۱) اس قید کے ساتھ ہے کہ جہاں تک شارع نے اجازت دی ہو بالکل عموم مراد نہیں (۲) سب کو عام ہونا (۳) مرض بڑھنے کا خوف (۴) عام عدات رہن رکھنے میں مرہونہ چیز سے نفع حاصل کرنے کی ہے اس لیے اگر کوئی فتوی دے کہ رہن رکھنا جائز نہیں تو یہی صورت عرف کیوجہ سے مراد ہوگی یہ رہن نہیں (۵) تاوقتیکہ کسی مستقل دلیل سے متکلم کی مراد معلوم نہ ہو (۶) آیت مسلم وغیر مسلم کے لیے لفظ عام نہیں ہیں (۷) برائی (۸) علت کے (۹) تعمیر کا مد مقابل تخریب ہے

پس اگر مسلم سے مسجد میں کوئی فعل خلاف ذکر و صلوۃ ہو تو وہ بھی اس ملامت کا مورد[1] ہوگا بوجہ اشتراک علت کے رہا یہ کہ قیاس ظنی ہوتا ہے تو ذم یقینی نہیں جواب اس کا یہ ہے کہ قیاس ظنی جب ہوتا ہے کہ اس کی علت بھی ظنی ہو اور اگر علت منصوص علیہ[2] قطعی ہو جیسا کہ یہاں ہے تو قیاس بھی قطعی[3] ہوگا رہا یہ کہ مسلمان اگر ایسا فعل بھی کرے تو قصد[4] خرابی مسجد کا تو نہ ہوگا جو متبادر ہے سعی سے پھر اس کے کیسے شامل ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اگر سعی خاص ہوتی مباشر کے ساتھ تو اس شبہہ کی گنجائش تھی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ سعی عام ہے مباشر اور مسبب کو دلیل اس کی یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں خواب دیکھا (انبیاء علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہے) کہ عمرہ کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لائیے اور صحابہ سے آپ نے یہ خواب بیان کیا۔ گو اس میں یہ نہ تھا کہ اس سال ہوگا مگر شدت اشتیاق میں صحابہ نے صفر کی رائے دی اور آپ نے خوش خلقی سے قبول فرمایا تو کفار قریش نے آپ کو دخول مکہ مکرمہ سے روک دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس روکنے کو مسجد کی ویرانی کا سبب قرار دے کر ان کو **وسعی فی خرابھا** (اور ان کی ویرانی میں سعی کریں) کا مصداق بنایا حالانکہ کفار مکہ مکرمہ نہ صرف مسجد حرام بلکہ تمام حد حرم کی غایت تعظیم کرتے تھے اور عمارت بھی مگر بایں ہمہ[5] ان کو **وسعی فی خرابھا** (اور ان کی ویرانی میں کوشش کریں) کا مصداق بنایا گیا۔ صرف اس لیے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام کو کہ ذاکرین مخلصین تھے روکا پس اب بدلالۃ النص یہ بات ثابت ہو گئی کہ کوئی ایسا کام

---

(۱) علت کے مشترک ہونے کی وجہ سے اس پر بھی یہ ملامت لازم آئیگی (۲) اگر علت ایسی ہو جو آیت یا حدیث سے ثابت ہو (۳) پختہ ہوگا اور اس پر وہی حکم لگے گا علت کے اشتراک کی وجہ سے (۴) ارادہ (۵) اس سب کے باوجود

کرنا مسجد میں جس میں ذکر اللہ سے اس کا تعطل[1] ہو گو **علی سبیل التسبب** ہی سہی **منع مساجد اللہ وسعی فی خرابھا** (اللہ تعالیٰ کی مسجدوں سے روکنا اور ان کی ویرانی میں کوشش کرنا) کا مصداق بنا ہے ورنہ کفار نے کوئی مسجد میں قفل[2] نہیں ڈالا تھا اور نہ مسجد میں بے تعظیمی کی تھی اور نہ عمارت میں کوئی خرابی کی تھی اور ظاہر ہے کہ مسجد میں بلاضرورت دنیا کی باتیں کرنا دنیا کے کام کرنا نہ ذکر ہے نہ ذکر کے متعلق ہے اس لیے بلاشبہ معصیت[3] اور ظلم ہے۔

ذکر و تلاوت پر کچھ لینا جائز نہیں

پھر "ان یذکر" کی تقریب[4] سے فضیلت ذکر کے متعلق متعدد واقعات بیان کیے گئے اس میں یہ بھی بیان تھا کہ بعضے آدمی ذکر و تلاوت پر عوض دنیوی لیتے ہیں حالانکہ اللہ کا نام ایسا گراں مایہ ہے کہ دونوں عالم بھی اس کی قیمت نہیں ہوسکتے۔ اور یہ شعر پڑھا۔

قیمت خود ہر دو عالم گفتہ ۔۔۔ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

(تو نے اپنی قیمت دونوں جہاں بتلائی ہے نرخ بڑھاؤ ابھی ارزانی ہے)

مگر اس کا ذوق وہی پاسکتا ہے جو شناسا ہو۔

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی ۔۔۔ کز تو مجنوں شد پریشان غوی

از ہمہ خوباں تو افزوں نیستی ۔۔۔ گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

دیدہ مجنوں اگر بودے ترا ۔۔۔ ہر دو عالم بے خطر بودے ترا

(۱) جس کی وجہ سے لوگ ذکر کرنے سے رک جائیں (۲) تالہ (۳) گناہ (۴) آیت میں لفظ ان یذکر کی مناسبت سے حضرت نے ذکر کے فضائل پر کچھ واقعات بیان کیے جن کو ناقل نے طوالت کی وجہ سے نقل نہیں کیا صرف اس کی طرف اشارہ کرلیا

(لیلیٰ سے خلیفہ نے پوچھا وہ تو ہی ہے جس سے مجنوں پریشان اور عقل گم کردہ ہوگیا دوسرے حسینوں سے تو کسی بات میں زیادہ تو ہے نہیں اس نے جواب دیا جب تو مجنوں نہیں تو خاموش ہی رہ اگر تجھ کو مجنوں کی آنکھ میسر ہوتی تو اس وقت دونوں عالم تیرے نزدیک بے قدر معلوم ہوتے)

عجب داری ز سالکان طریق   کہ باشند در بحر معنی غریق

(سالکین طریق سے تم کو تعجب ہے کہ حقیقت کے دریا میں ڈوبے ہوئے ہیں)

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود   گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود

(خدا تعالیٰ کا عشق لیلیٰ سے کیا کم ہو اس کے لیے کوچہ گردی اولیٰ ہے)

اس تقریب ختم کلام مجید حفاظ کا بعوض مال رمضان میں یا سوم وغیرہ میں اور قبور پر بہ اجرت پڑھنے کا ممنوع ہونا بیان[1] ہوا۔

اولیاء کے بازاروں میں نہ جانے کی وجوہ

اور اہل اللہ دنیا کو تو اللہ کے نام اور رضا سے بڑا کیا سمجھتے۔ آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دولت تو نعمائے جنت سے بھی افضل[2] ہے ورضوان من اللہ اکبر (رضاء الٰہی بہت بڑی چیز ہے) نص صریح ہے اور اسی دین فروشی[3] کے شبہ سے بچنے کے لیے بعض بزرگ بازار میں نہیں جاتے کہ شاید ان کو دیندار سمجھ کر ان کے دین کی وجہ سے کوئی دوکاندار داموں میں رعایت کرے تو وہ ایک قسم کا عوض ہوجائے گا دین کا پس نہ جانا بازار میں دو وجہ سے ہوتا ہے ایک کبر

---

(۱) تراویح میں قرآن پڑھ کر یا سوم اور قبروں پر قرآن پڑھ کر اجرت لینے کی حرمت کو بیان کیا (۲) یعنی ایک آیت کی تلاوت دنیا کی تمام نعمتوں سے تو افضل ہے ہی جنت کی سب نعمتوں سے بھی افضل ہے (۳) دین بیچنے

کی[1] وجہ سے وہ تو حرام ہے۔ دوسرا اس وجہ سے کہ لوگوں پر ہماری وجاہت سے دباؤ پڑے گا اور وہ دب کر ارزاں[2] دیں گے جس سے ان کو نقصان ہوگا سو یہ مستحسن اور ضروری ہے۔ اس میں شبہ دین فروشی سے بچنے کے علاوہ رفع التاذی عن الخلق[3] (مخلوق اذیت پہنچنا) بھی ہے۔ پس جاہ[4] کے اثر سے لینا یہ ایک قسم کی رشوت ہے۔ اسی لیے حاکم کو ہدیہ لینے کی اجازت نہیں۔ اس میں اس خدشے کو دفع کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ باوجود حاکم ہونے کے ہدیہ قبول فرماتے تھے کیونکہ وہ محض محبت کی وجہ سے ہوتا تھا نہ حاکم ہونے کی وجہ سے اور اب ہدیہ نہیں رشوت ہے۔الا ماشاء اللہ۔

تعمیر مساجد کی حقیقت

اور اوپر جو کہا گیا کہ عمارت مسجد کی ذکر صلوۃ ہے۔ دلیل اس کی یہ ہے ماکان للمشرکین ان یعمروا مساجد اللّٰہ الی[5] قولہ من المھتدین (مشرکین کے لیے مساجد اللہ بنانے کی لیاقت نہیں ہے) بعض نے اس آیت ماکان للمشرکین الخ سے تعمیر مساجد کا مسئلہ مراد لیا ہے اور اس سے مسجد میں کافر کا روپیہ نہ لگانے میں استدلال کیا ہے مگر میرے نزدیک خود وہ مسئلہ متعلقہ دوسرے دلائل سے متعلق ہے لیکن آیت سے مراد یہ ہے کہ مشرکین اس کے اہل نہیں ورنہ اگر اس آیت سے یہ مراد ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کبھی بنائے قریش

---

(۱) تکبر کیوجہ سے (۲) سستا (۳) مخلوق سے تکلیف کو رفع کرنا بھی ہے (۴) اقتدار کے اثر سے کیا (۵) آیت کا شروع آخر بتادیے اصل آیت یہ ہے ماکان للمشرکین ان یعمروا مسجداللّٰہ شھدین علی انفسھم بالکفر اولئک حبطت اعمالھم وفی النار ھم خلدون . انما یعمر مسجداللّٰہ من آمن باللّٰہ والیوم الاخر واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ولم یخش الا اللّٰہ فعسی اولئک ان یکونوا من المھتدین.

کو باقی نہ رکھتے قریش نے بوجہ کافی خرچ نہ ہونے کے بیت کو بنائے ابراہیمی سے گھٹا دیا تھا اور حطیم کو کہ داخل بیت ہے خارج کردیا تھا اور دروازہ صرف ایک رکھا تھا اور وہ بھی اونچا۔ پھر بعد انقضائے[1] زمانہ خلفائے راشدین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی خالہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے اس حدیث کو سن کر موافق ارشاد رسول اللہ ﷺ از سر نو بنائے ابراہیمی پر بیت کو بنوایا پھر عبدالملک کی خلافت میں اس کے عامل حجاج بن یوسف نے عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد ان کی بنا کو تڑوا کر وہی بنائے قریش قائم کی اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید نے پھر بنائے ابراہیمی کی نسبت امام مالکؒ سے استصواب[2] کیا۔ انہوں نے بدیں[3] وجہ کہ بیت اللہ تختہ مشق سلاطین بن جائے گا اسی بنا پر قائم رہنے کی رائے دی۔ جب سے اب تک اسی بناء پر ہے۔ اور گو عبداللہ بن زبیر کی بناء کا نہ رہنا ظاہراً کسی قدر افسوس کے قابل ہے کیونکہ وہ متضمن مصالح کو تھا لیکن اس بنائے قریش پر قائم رہنے میں حق جل وعلیٰ کی معلوم نہیں کتنی مصلحتیں ہوں گی۔ مگر ایک بہت بڑی مصلحت اور کھلی حکمت جس کو گنوار سے گنوار بھی سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ اگر عبداللہ بن زبیرؓ کی بناء پر رہتا گو دروازے بھی زمین کے برابر دو ہی ہوتے مگر تاہم قفل کنجیاں تو خدام ہی کے ہاتھ میں رہتیں اور ہر کسی کو بیت اللہ کے اندر جانا نصیب نہ ہوتا مگر اس صورت موجودہ میں حطیم کہ در حقیقت داخل بیت تھا باہر ہے۔ اگر کوئی شخص خدام کے منع کرنے کی وجہ سے اندر بیت کے نہ جاسکتے تو بلا روک ٹوک حطیم میں جا سکتا ہے اور دخول بیت کی برکت حاصل کرسکتا ہے۔ یہاں پر یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کفار مکہ مکرمہ نے بھی باایں ہمہ[4] شرک و کفر بیت اللہ کی تعمیر میں

(۱) کافی زمانہ گذرنے کے بعد (۲) مسئلہ معلوم کیا (۳) اس وجہ سے کہ بیت اللہ بادشاہوں کے لیے تختہ مشق بن جائیگا اسی تعمیر کے قائم رکھنے کی رائے دی (۴) شرک و کفر کے باوجود

صرف مال حلال خرچ کیا تھا اسی وجہ سے خرچ کم ہو گیا اور پورے طور پر بنائے ابراہیمی کو پورا نہ کر سکے غرض ما کان للمشرکین (نہیں مشرکین کے لیے) کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین میں لیاقت مسجد کے آباد کرنے کی نہیں کیونکہ جس چیز سے اس کی آبادی ہے جس کا ذکر آیت آئندہ میں ہے وہ ان میں نہیں ہے۔ یعنی وہ تعمیر ذکر اللہ [1] ہے جس کا بیان اس آیت میں ہے۔ **انما یعمر مساجداللّٰہ من آمن الی آخر الایتہ** (اللہ تعالیٰ کی مساجد کو وہی بناتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے الخ) اس آیت میں مقصود اصلی اقام الصلوۃ [2] ہے جس کے لیے مسجد موضوع [3] ہے اور آمن (ایمان لایا) بطور شرط کے لایا گیا اور آتی الزکوۃ (زکوۃ دی) اقسام کی تتمیم ہے یعنی اقامت بمعنی ادائے حقوق صلوۃ موقوف ہے خلوص اور محبت پر اور اس کی ایک علامت انفاق اموال ہے حاصل یہ کہ زا ذکر زبان سے جیسا کہ نماز میں ہوتا ہے دلیل خلوص قلب کی نہیں بلکہ کچھ مال بھی دینا چاہئیے اور زکوۃ وہی دے گا جس کے قلب میں خلوص ہو کیونکہ کوئی حاکم تو مطالبہ کرنے والا ہے ہی نہیں اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ زمانہ خلفاء میں تو تحصیل زکوۃ کے لیے عامل مقرر تھے وہ جبراً لیتے ہوں گے پھر اس میں خلوص کہاں رہا جواب یہ ہے کہ عامل صرف مواشی کی زکوۃ لیتے تھے اور اموال باطنہ [4] زر و سیم خود مالکوں کے اختیار میں تھے مواشی کیلیے بھی عامل کا تقرر تحصیل مال یا ظلم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ محض بہ نظر سہولت مصارف [5] تاکہ اصحاب اموال کو تقسیم اموال میں دقت نہ ہو [6] اور مال پورے طور پر مستحقین کو مل جائے اور اموال تجارت میں بھی عاشر کی

---

(۱) مسجد کی حقیقی تعمیر اس میں اللہ کا ذکر کرنا ہے (۲) نماز قائم کرنا (۳) بنائی گئی ہے (۴) سونا چاندی نقد رقم وغیرہ (۵) جانوروں میں سے زکوۃ کی وصولی کے لیے عاملوں کا تقرر (۶) مال والوں کو تقسیم زکوۃ میں دقت نہ ہو

طرف سے کچھ زبردستی نہ تھی بلکہ پوچھا جاتا تھا کہ حولان حول سال گذرنا ہوا یا نہیں۔ اگر کسی نے کہا نہیں گذرا تو چھوڑ دیا اور اگر کسی نے کہا کہ ہم نے زکوۃ خود دیدی ہے تب بھی چھوڑ دیا۔

دوسری دلیل اس دعوے کی مسجد کا موضوع لہ ذکر ہے یہ آیت فی بیوت اذن اللہ ان ترفع الخ (ایسے گھروں میں جا کر عبادت کرتے ہیں جس کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان کا ادب کیا جائے) اس میں رفعت معنویہ مراد ہے۔

تیسری دلیل حدیث انما بنیت المساجد لذکر اللّٰہ (مساجد اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے بنائی گئی ہیں) پس جو کام ذکر کے متعلق نہ ہو وہ مسجد کی ویرانی ہے منع ہے۔ جیسا بعض کاتب بہ اجرت مسجد میں لکھنے بیٹھ جاتے ہیں یا درزی سینے بیٹھ جاتے ہیں، بلکہ فقہاء نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جو شخص اجرت پر علم دین پڑھاتا ہو اس کو بھی مسجد میں بیٹھ کر پڑھانا منع ہے۔ علی ہذا القیاس مسجد میں قرآن خواں لڑکوں کا پڑھانا جن سے کسی قسم کی اجرت لی جاتی ہے ممنوع ہے البتہ درس دینیات بلا اجرت خود ذکر ہے اس کا کچھ مضائقہ نہیں، ایسا ہی معتکف کے لیے جو ذکر اللہ کی غرض سے مسجد میں آبیٹھا ہے اس کو بیع و شرا کا معاملہ بلا حضور مبیع بضرورت[1] جائز ہے تاکہ ذکر اللہ سے حرمان[2] نہ رہے ورنہ مشتغلین بالتجارت[3] کو اعتکاف کبھی میسر نہ آتا اور یہ شرط عدم حضور مبیع کی اس وقت ہے جب وہ متاع[4] مسجد کی جگہ کو گھیرے ورنہ اگر کوئی مختصر سی چیز ہو تو احضار سلعہ (سامان تجارت) بھی جائز ہے اور بجز معتکف[5] کے دوسرے کو خرید و فروخت

---

(۱) معتکف کو خرید و فروخت کرنا بغیر اس چیز کے مسجد میں حاضر کیے جائز ہے (۲) تاکہ ذکر اللہ سے محروم نہ رہے (۳) تجارت میں مشغول لوگ یعنی تاجر (۴) مبیع کو مسجد میں حاضر نہ کرنے کے شرط جب ہے کہ وہ سامان مسجد کو گھیرے اور اگر کوئی مختصر چیز ہو جیسے ہاتھ کی گھڑی وغیرہ تو اس کا حاضر کرنا بھی جائز ہے (۵) علاوہ معتکف کے مسجد میں کسی اور شخص کے لیے خرید و فروخت منع ہے چاہے چھوٹی سی چیز ہی کیوں نہ ہو

کا معاملہ خواہ کیسا ہی چھوٹا ہو مثلاً ریزگاری وغیرہ کا لین دین مسجد میں منع ہے اسی طرح کسی ایسی چیز کا اعلان سے پوچھنا جو مسجد سے کہیں بار کھوئی گئی ہو منع ہے۔ البتہ اگر مسجد کے اندر کوئی چیز گم ہو گئی ہو اس کا پوچھ لینا مضائقہ نہیں۔ اسی طرح اپنی تجارت کے اشتہار مسجد میں تقسیم کرنا ممنوع ہے۔

چوتھی دلیل دعویٰ مذکور کی یہ کہ حدیث میں قرب قیامت کی علامات میں اسی وارد ہے مساجد ھم عامرۃ وھی خراب (مساجد ان کی آباد ہوں گی مگر خلوص سے کم ہوں گی) عمارت اور خرابی کا جمع ہونا اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ظاہری عمارت میں تو بڑی زیب و زینت اور مجمع کی کثرت ہو کی مگر معنوی آبادی کہ ذکر و خلوص ہے کم ہوگا۔ اس سے بھی وہی بات ثابت ہوئی۔

پانچویں دلیل لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ شر البقاع (بری جگہیں) کیا چیز ہے اور خیر البقاع (اچھی جگہیں) کون سی جگہ ہے فرمایا مجھے معلوم نہیں جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا انہوں نے بھی یہی جواب دیا اور یہ کہا کہ دربار خداوندی سے دریافت کرکے جواب دوں گا چنانچہ وہ پوچھنے گئے اس وقت بہ برکت[1] اس مسئلہ کے پوچھنے کے حضور اقدس ﷺ کے لیے ان کو اس قدر قرب ہوا کہ وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو کبھی اتنا قرب نہیں ہوا یعنی ستر ہزار حجاب درمیان میں رہ گئے غرض دربار خداوندی سے جواب ارشاد ہوا کہ شر البقاع[2] بازار ہے اور خیر البقاع[3] مسجد۔ سو غور کرنا چاہیئے کہ دونوں میں مابہ الامتیاز کیا ہے[4] بجز ذکر اللہ و ذکر الدنیا کے پس معلوم ہوا کہ مسجد کا موضوع[5] لہ اصلی ذکر اللہ ہے پس اس میں ذکر الدنیا کرنا اس کو شر البقاع بنانا ہے جو کہ اس کی

(۱) اس مسئلہ کے پوچھنے کی برکت سے (۲) بری جگہیں (۳) اچھی جگہ مسجد ہے (۴) دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کرنے والی چیز مسجد میں ذکر اللہ (۵) مسجد بنانے کی اصل غرض ذکر اللہ ہے

ویرانی ہے۔

آداب تعلیم و تعلم

اور اس جگہ پر آپ کے اور جبرئیل علیہ السلام کے لا ادری (مجھے معلوم نہیں) فرمادینے سے ان لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے کہ باوجود نہ معلوم ہونے کے مسائل کا غلط سلط جواب دینے پر مستعد ہو بیٹھتے ہیں، نیز وہ لوگ سمجھیں اور متنبہ ہوں جو باوجود کتاب کا مطلب نہ آنے کے طالب علموں کو کچھ نہ کچھ جواب دیے چلے جاتے ہیں اور یہ نہیں کہدیتے کہ یہ مقام نہیں آتا جو نہ معلوم ہو کہدینا چاہیئے کہ نہیں معلوم۔ بزرجمہر سے کسی بڑھیا نے کچھ پوچھا اس نے جواب دیا کہ مجھے معلوم نہیں۔ بڑھیا نے کہا کہ تم بادشاہ کی اتنی تنخواہ کھاتے ہو اور یہ بات تم کو معلوم نہیں۔ بزرجمہر نے جواب دیا تنخواہ تو مجھے معلومات کی ملتی ہے اگر مجہولات[۱] کی ملنے لگی تو بادشاہ کا سارا خزانہ بھی کافی نہ ہو۔

اور حضرت جبرئیل علیہ السلام کا ستر ہزار حجاب کو کمال قرب کہنا قابل غور ہے کہ جو لوگ دنیا میں تھوڑا سا ذکر و شغل کر کے حق تعالیٰ کی رویت[۲] کی ہوس میں پڑتے ہیں کتنی بڑی غلطی ہے۔ کیا جبرئیل علیہ السلام سے زیادہ قرب چاہتے ہیں اور اس سے بھی بڑی غلطی ہے اگر رویت سے بڑھ کر ذات کی کنہ کو ادراک[۳] کرنا چاہیں کیونکہ خداوند تعالیٰ کی ذات کی کنہ تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اس لیے اس کو ہرگز نہ سوچنا چاہیئے۔ البتہ افعال خداوندی میں غور اور تدبر کرنا چاہیئے تفکروا فی الاء اللہ ولا تفکروا فی ذاتہ (اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر غور کرو ان کی ذات

---

(۱) تنخواہ تو ان باتوں کی ملتی ہے جن کا علم ہے اگر ان باتوں کی ملے جن کا علم نہیں تو خزانہ بھی کافی نہیں اس لیے کہ وہ تو لاتعداد ہیں (۲) حق تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش کرتے ہیں (۳) اس سے بھی بڑی غلطی ہے اللہ کی ذات کی حقیقت کو معلوم کرنے کی کوشش کرنا

میں غور نہ کرو)

کسی بزرگ کا قول ہے۔

دور بینان بارگاہ الست غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست

انچہ اندر راہ مے آید بدست حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

(بارگاہ الست کے دور بین حضرات نے سوائے اس کے کہ موجود ہے کوئی سراغ نہ لگایا جو کچھ طریق میں ان کو حاصل ہوا ہے حیرت اندر حیرت اندر حیرت ہے)

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم

(اے اللہ آپ خیال اور قیاس گمان و وہم سے برتر ہیں جو کچھ لوگوں نے بیان کیا اور جو کچھ ہم نے سنا اور پڑھا ہے اس سے آپ برتر ہیں)

دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

(دفتر تمام ہو گیا اور عمر انتہا کو پہنچ گئی ہم ایسے پہلے ہی وصف رہے ہیں)

ہاں البتہ قیامت میں حسب وعدہ رویت ذات بلا حجاب[1] ہوگی اور حدیث میں جو آیا ہے کہ اس دن کوئی اور پردہ نہ ہوگا بجز رداء الکبریا[2] کے اس سے بلا حجاب ہونے پر شبہ نہ ہوا کیونکہ اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ رویت تو بلا حجاب ہوگی مگر عظمت و جلال و کبریائی کی وجہ سے احاطہ نہ ہو سکے گا۔ ردائے کبریا اس کو فرمایا ہے دنیا میں بلا حجاب رویت[3] نہیں ہو سکتی یہی عقیدہ اور مسئلہ شرعی ہے۔

شعر کی تشریح

اور حضرت پیران پیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز کی طرف

---

(۱) البتہ قیامت میں اللہ کے وعدہ کے مطابق بغیر حجاب دیدار ہوگا (۲) کبریائی کی چادر (۳) دنیا میں بغیر حجاب اللہ کو کوئی نہیں دیکھ سکتا

جو یہ شعر منسوب ہے کہ۔

بے حجابانہ در آ از در کاشانہ ما(۱)

تو یہ مؤول بحجاب محجوبین غافلین(۲) ہے یا قیامت کے روز کے لیے اشتیاق لقا کا اظہار فرماتے ہیں کیونکہ در آ میں "آ" صیغہ امر(۳) ہے اور وہ استقبال کے لیے ہے اور اگر یہ شعر کسی اور شاعر کا ہو تو ہم کو ضرورت تاویل کی نہیں۔

مسجد میں کن باتوں کی اجازت ہے

غرض حدیث مذکور سے بازار کی سی باتیں مسجد میں کرنے کا مذموم(۴) ہونا ثابت ہوا۔ بعض لوگ صحابہ پر تہمت لگاتے کہ وہ حضرات بھی مساجد میں ہماری طرح خرافات باتیں کیا کرتے تھے۔ سو یہ بالکل تہمت ہی تہمت ہے اگر صحابہ کرام ہی ارشاد نبوی ﷺ پر عمل کرنے والے نہ ہوں گے تو اور کون ہوگا۔ ایک تو خود دنیا کی باتیں مسجد میں کرنا ظلم تھا ہی۔ یہ ظالم صحابہ پر تہمت لگا کر اور بڑھ کر ظلم کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ خود توبہ کریں اور الٹا اخیار امت(۵) کو بدنام کرتے ہیں۔ البتہ بعض لوگوں کی یہ بھی غلطی ہے کہ وہ ہر بات کو دنیوی بات سمجھ جاتے ہیں مثلاً بیمار پرسی یا کسی مسلمان کا حال دریافت کرنا۔ جان لینا چاہیئے کہ عیادت اور تفقد حال(۶) مسلم حقوق شرع میں سے ہیں۔ ان کا مسجد میں پوچھنا کچھ حرج نہیں اسی طرح اگر کوئی چیز مسجد میں گم ہوجائے تو اس کا پوچھنا بھی جائز ہے علیٰ ہذا معتکف کی خرید و فروخت جیسا اوپر مذکور ہوا اور شریعت نے کیا ہی آسانی رکھی

(۱) میرے کاشانہ میں بغیر حجاب کے چلے آئے (۲) اس بے حجابی میں یہ تاویل کی جائیگی کہ غافلین کو جو حجاب آپ سے ہے اس کو اٹھا دیجیے۔ یا یہ معنی ہیں کہ قیامت کے دن آپ کو بے حجاب دیکھنے کا شوق ہے (۳) "در آ" میں "آ" امر کے لیے ہے جو برائے استقبال ہے (۴) برا ہونا (۵) پوری امت میں سب سے بہتر (۶) مزاج پرسی اور مسلمان کا حال معلوم کرنا

ہے اگر کوئی سوداگر اعتکاف کرنا چاہے اور اس کے لیے معاملہ مسجد میں ناجائز ہوتا تو وہ بیچارہ اس عبادت سے محروم رہتا۔ شریعت نے اس کے لیے اجازت دیدی تاکہ وہ اس عبادت سے محروم نہ رہے ایسی ہی باتیں شریعت کے حق ہونے کی گواہی دیتی ہیں کہ اس میں اہل تعلق کی بھی رعایت ہے۔ تارکین کی بھی رعایت۔

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد

برنگ اصحاب صورت را ببوار باب معنی را

(اس کے عالم حسن کی بہار دل و جان کو تروتازہ رکھتی ہے اصحاب ظاہر کو رنگ سے اور ارباب باطن کو حقیقت سے)

باقی غیر معتکف کے لیے ممانعت بیان ہو چکی۔ ایک بار مجھ کو اپنے ایک دوست کی کہ ان کو تلمذ[1] کا تعلق بھی تھا ایک بات نہایت پسند آئی کہ میں مسجد میں بیٹھا تھا ایک روپیہ کی ریزگاری ایک شخص سے خریدی انہوں نے فوراً متنبہ[2] کیا کہ یہ بیع ہے اور مسجد میں نہ چاہیئے۔ اہل حق کی یہ شان ہوتی ہے کہ اپنے بڑوں کو بھی کہدے مگر ادب کو نہ چھوڑے۔

محبوبین کی مختلف شکلیں

اس موقع پر اسی مناسبت سے یہ ذکر آیا، کہ حضرت سید احمد بریلویؒ مولانا شہیدؒ کے پیر ایک دن صبح کی نماز میں بوجہ نئی شادی ہونے کے ذرا دیر سے پہنچے ان کے مرید مولوی عبدالحئی صاحب نماز کے بعد وعظ فرمانے بیٹھ گئے اس میں یہ بھی کہا کہ بعض لوگوں کا یہ حال ہے کہ جورو کی کی بغل میں پڑے رہتے ہیں اور تکبیر اولیٰ قضا ہوجاتی ہے۔ جناب سید صاحب نے نہایت شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ

(۱) کہ وہ شاگرد بھی تھے (۲) اس طرف توجہ دلائی کہ یہ خرید و فروخت ہے

اب ایسا نہیں ہوگا۔ اس بیان کے بعد فرمایا کہ مولوی عبدالحیُ صاحب نے باوجود یہ کہ ظاہراً یہ عنوان خلاف ادب تھا اس واسطے اس عنوان سے لکھنے کی جرات کی تھی کہ ان کو معلوم تھا کہ سید صاحب کے دل میں اس سے میل نہیں آئے گا بلکہ خوش ہوں گے ان کو خوش کرنے کو بے ادبی اختیار کی۔

گفتگوئے عاشقاں در کار رب جوشش عشق است نے ترک ادب

باادب ترنیست زوکس درجہاں بے ادب ترنیست زوکس درجہاں

(عاشقین خدا کا اس کی شان میں جوش اور غلبہ حال میں کوئی کلمہ منہ سے بظاہر خلاف شان نکال دینا بے ادبی نہیں ہے دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں باطنی طور پر اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں)

ایسا ہی قصہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا جو حدیث میں ہے کہ آں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ جب تم مجھ سے خفا ہوتی ہو تو اس وقت لاورب ابراھیم (قسم ہے ابراہیم کی رب کی) کہتی ہو اور جس وقت خوش ہوتی ہو اس وقت لاورب محمد (ﷺ) کہتی ہو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ لا اھجر الا اسمک (بجز آپ کے نام کے نہیں چھوڑتی ہوں) بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر کوئی اور کرلے بے ادبی میں داخل ہوجائے بلکہ کفر ہوجائے مگر عاشق صادق جوش محبت اور علاقہ محبت سے کرتا ہے اس لیے وہ عفو ہوتی ہیں حاصل یہ کہ ظاہراً باتیں بے ادبوں کی سی ہوتی ہیں اور باطناً ہوتی ہیں باادب۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد کم کسے زابدال حق آگاہ شد

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور

این ندانستند ایشاں از عمے درمیاں فرقے بود بے منتہا

احمد و بو جہل در بت خانہ رفت زیں شدن تا آں شدن فرقیست ژرف

(نیک لوگوں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ دیکھنے میں تمہارا اور ان کا کام یکساں ہو جیسے لکھنے میں شِیر اور شیر یکساں ہے تمام دنیا اسی خام خیالی کی وجہ سے گمراہ ہو گئی کہ انہوں نے اولیاء اللہ کو نہ پہچانا اور کہنے لگے کہ ہم بھی انسان ہیں وہ بھی کھاتے پیتے ہیں ہم بھی کھاتے پیتے ہیں آپ نے یہ خیال نہ کیا کہ ان میں ہم میں بڑا فرق ہے احمد اور ابو جہل بت خانہ میں گئے ان کے اور ان کے جانے میں بڑا فرق ہے ابو جہل بت پرستی کے لیے گیا اور آپ ﷺ بت توڑنے کے لیے)

خلاصہ مطلب یہ کہ آداب مسجد کو بلا ارادہ تشبہ ایسا خیال کرنا چاہیئے جیسا کہ حاکم دنیوی کی حضوری میں قلب اور جوارح کی حالت ہوتی ہے کہ اس کا مصداق بن جاتا ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(ایک پلک مارنے کی مقدار بھی محبوب سے غافل نہ رہو شاید تم پر لطف کی نگاہ کرے اور تم آگاہ نہ ہو)

اتنا تو ہونا چاہیئے۔ اور ایسی حالت اول تو ہر وقت ہو ورنہ حضوری مساجد کے وقت تو ضروری ہے اور ہر وقت حاصل ہونا اس حالت کا یوں نہ سمجھا جائے کہ بزرگان پیشیں[1] پر ختم ہو گیا ہم کو کب ہو سکتا ہے۔

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست با کریماں کارہا دشوار نیست

(یوں مت کہو بھلا ہماری رسائی اس دربار تک کہاں ہے کیونکہ کریموں کو کوئی کام دشوار نہیں ہے وہ کریم ہیں)

---

(۱) پہلے بزرگوں پر

صحابہ کا ادب مسجد

دیکھیئے صحابہ کی کیفیت ادب مساجد کی یہ تھی کہ حضرت عمرؓ نے ان دو شخصوں کو جو مسجد نبوی ﷺ میں بلند آوازی سے باتیں کر رہے تھے تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ اگر تم باہر کے مسافر نہ ہوتے تو تمہیں سزا دیتا "اترفعان اصواتکما فی مسجدرسول اللہ" (کیا تم مسجد رسول اللہ ﷺ میں اپنی آواز بلند کرتے ہو) اور اس میں یہ شبہ نہ ہو کہ یہ حکم عدم رفع صوت[1] مسجد نبوی ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ مساجد سب رسول اللہ ﷺ کی ہی ہیں چنانچہ فلا یقربنّ مساجدنا (پس ہرگز نہ قریب جائیں ہماری مساجد کے) میں آپ نے جمیع مساجد کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ ہاں مسجد نبوی ﷺ کا اور زیادہ ادب ہوگا علاوہ ازیں یہ تو ہے ہی کہ ان المساجد للہ الخ اور جب اللہ کی ہوئی تو یہ ادب کو بدرجہ اولیٰ مقتضی ہوگا۔

اھل مسجد کا ادب

اور جس طرح مسجد قابل ادب ہے ایسے ہی اہل مسجد کا ادب بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایسی کوئی حرکت نہ کرے جس سے اہل مسجد کو تاذی[2] ہو مثلاً یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ ایسی جگہ نہ کھڑا ہو جہاں اور آنے جانے والوں کو تکلیف ہو کیونکہ اس میں تکلیف ہے ذاکرین کو علیٰ ہذا ذکر جہر جس وقت کوئی اور شخص نماز پڑھ رہا ہو نہ کرنا چاہیئے کیونکہ اس کی نماز میں خلل ہوگا اور اس کو تکلیف ہوگی اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ مسجدیں بموجب ارشاد نبوی ﷺ ریاض الجنہ[3] ہیں اور جنت میں آزار، تکلیف نہ ہونا چاہیئے۔

---

(۱) آواز کا بلند نہ کرنا (۲) تکلیف ہو (۳) جنت کے باغات میں

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را باکسے کارے نباشد

(وہ جگہ بہشت ہے جہاں کسی قسم کی آزار نہ ہو کسی شخص سے کچھ سروکار نہ ہو)

ختم شد

معروضہ:

قارئین سے التجا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمادیں کہ ناشر اور اس کی اولاد کی کوشش دینیہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالیں اور مقبولان حق کے ساتھ محشور فرمادیں اور تمام زندگی بعافیت پوری فرمادیں۔ آمین بحرمتہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم(۱)

(۱) اللہ تعالیٰ محشی اس کی اولاد اور منتظمین ادارہ کے حق میں بھی اس دعا کو قبول فرمائیں۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین